طبقۂ مترفین اور اسلام کا نظامِ عدل

مولانا گوہر رحمٰن

(۵)

دوسری خامی یہ ہے کہ اصولِ تجارت اور کارخانوں کی مصنوعات سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جاتی، کہ یہ سب بھی اموالِ ظاہرہ میں شامل ہیں، اس لیے کہ اموالِ ظاہرہ کی تعریف میں ہر وہ مال شامل ہے جس کا علم اور حساب حکومت کے لیے ممکن ہو۔ فقہاء کرامؒ نے اموالِ ظاہرہ کی جو مثالیں دی ہیں یعنی زمینوں اور باغات کی پیداوار، مویشی اور وہ اموالِ تجارت جو ایک شہر سے دوسرے شہر میں یا ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں لائے جاتے ہیں، تو یہ مثالیں اس دور کی ہیں جس میں بنکوں، کارخانوں اور تجارتی اداروں کے اموال حکومت سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ جب ٹیکسوں کی وصولی کے لیے حکومت حسابات معلوم کر سکتی ہے تو زکوٰۃ کے لیے کیوں یہ معلومات حاصل نہیں کر سکتی۔ سرمایہ دار اور صنعت کار اپنی قارونی طبیعت کی وجہ سے کچھ ہیر پھیر تو کرلیں گے لیکن سارا مال تو نہیں چھپا سکیں گے اور اگر حکومت خود سرمایہ داروں کی نہ ہو بلکہ عادل حکومت ہو، تو سرمایہ داروں کے ہیر پھیر اور حسابی چکر کا علاج بھی کر سکے گی۔ اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تاجروں اور صنعت کاروں کے اموال، اموال باطنہ ہیں تو فقہاءِ کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر حکومت یہ محسوس کرے کہ لوگ اپنے اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو اس صورت میں حکومت کے کارندے اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ بھی قانوناً وصول کرنے کے لیے مناسب اقدامات کر سکتے ہیں۔ (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۷)

تیسری خامی یہ ہے کہ جو تھوڑی بہت زکوٰۃ و عشر کی رقم وصول ہوتی ہے اس کی تقسیم صحیح نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ کمیٹیوں کے ممبران اور ان کے چیئرمینوں کی تقرری میں حکومت خود اپنے اعلان کردہ قواعد کی پابندی نہیں کرتی۔ بالعموم ضلعی انتظامیہ کے ذریعے سیاسی وفاداریوں کی بنیاد پر

تقرریاں کر دی جاتی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بدنام اور بد دیانت لوگوں کے ہاتھوں میں زکوٰۃ و عشر کی رقوم آجاتی ہیں اور مستحقین تک ان کا حق پہنچ نہیں سکتا۔ "عاملینِ زکوٰۃ" کا منصب بڑا مقدس منصب ہے ۔ اس کے لیے مسلمان ہونے اور دیانت دار ہونے کے ساتھ بقدر ضرورت زکوٰۃ کے مسائل سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔

اسلامی معیشت میں زکوٰۃ و عشر کا یہ سارا نظام اجتماعی تکافل ہی کے لیے ہے' اس کے مصارف بھی معاشرے کے محتاج لوگ اور جہاد ہیں ۔ زکوٰۃ کے علاوہ فطرانہ (صدقہ فطر) ' نذر ' روزے کا فدیہ ' قسم توڑنے کا کفارہ (دس مسکینوں کو کھانا کھلانا) ' بیوی کو ماں سے تشبیہ دینے یعنی **ظہار** کا کفارہ (ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا)' اور حج و عمرہ کی جنایات کے مالی کفارے بھی وہ مالی واجبات ہیں جن کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں ۔

ب۔ "عوامی حاجت" پوری کرنے کے لیے زکوٰۃ کے علاوہ مال بھی قانوناً" لیا جاسکتا ہے

اگر زکوٰۃ اور دوسرے مالی واجبات کا نظام پوری طرح اور صحیح طریقے پر نافذ ہو جائے تو عام حالات میں مزید مال اغنیاء سے زبردستی لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی ' بالخصوص جب کہ خاندانی تکافل یعنی **نفقة الاقارب** کا نظام بھی موجود ہو لیکن پھر بھی حوادث اور آفاتِ سماویہ اور قحط سالی کے مواقع پر مزید اموال کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ ایسی صورتِ حال میں بقدرِ ضرورت اور بوقتِ ضرورت (مستقل طور پر نہیں) زکوٰۃ کے علاوہ مال بھی قانوناً اغنیاء پر عائد کیا جا سکتا ہے ۔ اس کے دلائل کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

آیاتِ قرآنیہ

سورۃ بقرہ کی آیت ۱۷۷ میں سچے مومنوں اور متقیوں کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّكٰوةَ (البقرۃ ۲ : ۱۷۷)

اور مال دے اللہ کی محبت میں اپنے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مدد مانگنے والوں کو اور خرچ کرے غلامی سے لوگوں کی گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے ۔

اس آیت میں مال دینے کا ذکر زکوٰۃ دینے کے ذکر سے قبل ہوا ہے اور زکوٰۃ کا ذکر اس کے بعد الگ ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ **اتی المال** اور **اتی الزکوۃ** کا ایک ہی آیت میں الگ الگ ذکر ان دونوں مالی حقوق کے الگ الگ ہونے کی طرف واضح اشارہ ہے۔ اس آیت کا حوالہ حدیث میں بھی دیا گیا ہے'

فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے اور سورہ بقرہ کی یہ آیت پڑھی کہ "لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوا"..... (سنن ترمذی کتاب الزکوٰۃ ' سنن دارمی کتاب الزکوٰۃ)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ' عامر شعبیؒ ' ابراہیم نخعیؒ ' مجاہد بن جبرؒ عطاءؒ اور حسن بصریؒ سے بھی مروی ہے کہ مسلمانوں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ حق ہے (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الزکوٰۃ باب فی المال حق سوی الزکوٰۃ ج ۳ ص ۱۹۱ الناسخ والمنسوخ لابی عبیدؒ طبع ریاض ۱۹۹۰ء ص ۳۶-۳۷)

امام المفسرین ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں :

جب اس آیت میں وآتی المال کے بعد وآتی الزکوٰۃ کا ذکر دوبارہ کیا گیا ہے تو اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ یہ حق مالی زکوٰۃ کے علاوہ ہے اگر دونوں سے زکوٰۃ ہی مراد ہوتی تو پھر ایک آیت میں اس تکرار کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ (تفسیر ابن جریر ج ۲ ص ۹۸)

قاضی ابن عربی نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے :

جب زکوٰۃ ادا کر دی جائے ' اس کے بعد کوئی ضرورت در پیش ہو تو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مزید مال خرچ کرنا بالاتفاق واجب ہے (احکام القرآن ج ۱ ص ۸۸)

امام جصاصؒ ' امام رازیؒ اور امام قرطبیؒ نے بھی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ضرورت کے وقت مسلمانوں کے اموال میں زکوٰۃ و عشر کے علاوہ مالی حقوق عائد کیے جا سکتے ہیں۔

اس آیت کے علاوہ قرآن کریم کی متعدد دوسری آیات میں رشتہ داروں ' یتیموں ' مسکینوں ' مسافروں ' ہمسایوں ' اور غلاموں کے ساتھ احسان کرنے ' ان کو کھانا کھلانے اور ان کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے ' اور ان حقوق کے ادا نہ کرنے والوں کے لیے وعید آئی ہے۔ ان آیات میں ایسا کوئی لفظ نہیں آیا جس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ احسان صرف زکوٰۃ کے ذریعے کیا جائے گا ' بلکہ عمومی الفاظ میں کہا گیا کہ نادار لوگوں کی ضرورت پوری کرو ' خواہ زکوٰۃ سے پوری کی جائے یا

مزید مال سے پوری کی جائے۔ فاطمہ بنت قیسؓ کی مذکورہ حدیث کو اگرچہ ترمذی اور دوسرے محدثین نے ضعیف کہا ہے، اس لیے کہ اس کی سند میں ابو حمزہ میمون الاعور آیا ہے جو ضعیف ہے، لیکن باوجود ضعیف کہنے کے امام ترمذی نے اس حدیث کو زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے حقوق کے واجب ہونے کے لیے بطور دلیل پیش کیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ قرآن کریم میں اس مفہوم کی آیات آئی ہیں جن سے فاطمہ بنت قیس کی مذکورہ حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ چند آیات حسب ذیل ہیں:

۱۔ اور ان کے مالوں میں حق ہے سائل کا اور محروم کا (الذاریات ۵۱ : ۱۹)

۲۔ اور وہ جن کے مالوں میں معلوم حق ہے سائل کا اور محروم کا (المعارج ۷۰ : ۲۵)

ام المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ محروم وہ ہے جسے کوئی کسب اور روز گار میسر نہ ہو۔ ابو قلابہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ یمامہ میں سیلاب آیا اور ایک شخص کا مال بہا کر لے گیا، اس موقع پر ایک صحابیؓ نے فرمایا کہ یہی شخص محروم ہے (تفسیر ابن کثیر)

امام ابن جریرؒ نے محروم کی تفسیر میں صحابہؓ و تابعینؒ کے اقوال نقل کرنے کے بعد ان سب اقوال کا خلاصہ اس طرح بیان کیا ہے کہ جس کے پاس اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے نہ مال موجود ہو اور نہ روز گار موجود ہو تو ایسے شخص کو محروم کہا جاتا ہے (تفسیر ابن جریر)

۳۔ دے دو رشتہ دار کو اس کا حق اور مسکین کو اور مسافر کو (بنی اسرائیل ۱۷: ۲۶)

۴۔ اور ماں باپ، یتیموں، مسکینوں، قریبی ہمسائے اور دور کے ہمسائے کے ساتھ احسان کرو (النساء ۴ : ۳۶)

۵۔ کس چیز نے داخل کرایا ہے تمہیں دوزخ میں، وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے (المدثر ۷۴ : ۴۳ تا ۴۶)

احادیثِ نبویہؐ

درج بالا آیات اور اس مضمون کی متعدد دوسری آیات میں نادار لوگوں کی مالی کفالت کا حکم دیا گیا ہے اور یہ ان کا حق قرار دیا گیا ہے، اس حق کے ادا نہ کرنے والوں کو وعید سنائی گئی ہے۔ یہی تاکیدی احکام 'احادیثِ نبویہؐ' میں بھی آئے ہیں۔ چند احادیث درج ذیل ہیں:

"قیدی آزاد کراؤ، بھوکے کو کھانا کھلاؤ، اور بیمار کی خبر گیری کرو" (بخاری فی الجهاد)

"وہ شخص مومن نہیں ہے جو اپنا پیٹ بھر چکا ہو اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو" (الادب المفرد للبخاری)

"جس علاقے میں صبح کوئی بھوکا اٹھا تو اس علاقے کے لوگوں سے اللہ بیزار ہے" (مسند احمد دار صادر، ج ۲ ص ۳۳)

"جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو تو اسے اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس ضرورت سے زائد سفر خرچ ہو تو اسے اس شخص کو دے دے جس کے پاس سفر خرچ نہ ہو" (صحیح مسلم فی اللقطتہ)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مالدار مسلمانوں پر فقراء کی ضرورت کے مطابق مال دینا فرض کر دیا ہے (اتنی مقدار فرض کر دی ہے جس سے ان کی ضرورت پوری ہوتی ہو) فقراء کبھی مشقت میں نہیں پڑتے جب کہ وہ بھوکے ہوں یا ننگے ہوں، مگر ان کے مال داروں کے جرم کی وجہ سے اس مشقت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے سخت حساب لے گا اور ان کو درد ناک عذاب دے گا۔(الروض الدانی الی المعجم الصغیر للطبرانی ج ا ص ۲۷۵، الترغیب للمنذری ج ا ص ۵۳۸، مجمع الزوائد للھیثمی ج ۳ ص ۶۲)

امام بیہقیؒ اور ابن حزمؒ نے اس کو حضرت علیؓ کا قول قرار دیا ہے مگر درج بالا روایت سے معلوم ہوا کہ یہ اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ان احادیث میں بھوکوں اور بنیادی حوائج سے محروم لوگوں کو کھانا کھلانے اور ان کی ضرورت پوری کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور ان کا حق ادا نہ کرنے والوں کو شدید عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ حضرت علیؓ کی روایت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ ہر علاقے کے اغنیاء پر اس علاقے کے فقراء کا روٹی کپڑے کا انتظام کرنا اللہ نے فرض کر دیا ہے۔ ان احادیث میں بھی ایسا کوئی قرینہ مذکور نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ احکام زکوٰۃ ہی سے متعلق ہیں۔ زکوٰۃ سے عوام کی ضرورت پوری ہو گئی ہو تو فبھا، اور اگر مزید دینے کی ضرورت ہو تو مزید دینا واجب ہو جائے گا۔

سنتِ خلافتِ راشدہ

عام الرمادۃ، یعنی قحط سالی کے سال میں حضرت عمرؓ نے زرخیز علاقوں سے اونٹ، گندم اور زیتون منگوا کر دیہات کے لوگوں کی مدد فرمائی تھی، یہاں تک کہ زرخیز علاقے اس امداد کے بوجھ سے تنگ آگئے تھے۔ مگر پھر بارش ہو گئی، اور فراخی آگئی۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا، "اللہ کی قسم! اگر اللہ اس مصیبت کو دور نہ فرماتا تو میں ہر مالدار اور خوشحال گھرانے کے افراد کی تعداد کے برابر فقراء کو ان کے ساتھ شامل کر دیتا۔ اس لیے کہ اگر ایک آدمی کے کھانے

پر دو آدمی گزارہ کر لیں تو ان میں سے کوئی بھی بھوک سے ہلاک نہیں ہو گا۔" (الادب المفرد للبخاری باب المواسات)

ابن سعدؒ نے حضرت عمرؓ کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

اگر مجھے اتنا مال نہ ملتا جو لوگوں کی ضرورت پوری کرتا ' اور لوگوں کی حاجت پوری کرنے کے لیے اس کے سوا اور کوئی صورت نہ ہوتی کہ ہر گھرانے میں اس کے افراد کے برابر دوسرے افراد داخل کر دوں تاکہ وہ سب آدھی آدھی خوراک تقسیم کر کے کھائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بارش برسا دے ' تو میں ایسا ہی کرتا کیونکہ لوگ آدھا پیٹ کھانے سے ہلاک نہیں ہوتے۔(طبقات ابن سعد' ج ۳' ص ۳۱۶)

سنتِ فاروقی سے ثابت ہوتا ہے کہ عوام کی بنیادی ضرورت پوری کرنے کے لیے لوگوں کو حکم بھی دیا جا سکتا ہے کہ تم اپنا آدھا آدھا کھانا دوسرے بھوکے کو دے دو اور آدھا خود کھا لو۔ حضرت عمرؓ نے جب لوگوں سے اونٹ اور گندم منگوائی تو کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ زکوٰۃ تو ہم دے چکے ہیں ' یا زکوٰۃ ہم پر ابھی فرض ہی نہیں ہوئی ' تو یہ مال ہم سے کیوں لیا جا رہا ہے۔

فقہاءِ اسلام کے اقوال

قرآن کی آیات ' رسولؐ اللہ کے ارشادات اور خلافت راشدہ کی سنت کی بنا پر تقریباً تمام فقہا متفق ہیں کہ عوامی حاجت کے وقت لوگوں کی بنیادی ضرورت پوری کرنا اغنیاء پر فرض کفایہ ہے ' اور حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ لوگوں کا یہ حق جبراً اور قانوناً وصول کر کے عوام کی ضرورت پوری کرے۔ اس لیے کہ ہر واجب و فرض کی ادائیگی پر حکومت لوگوں کو مجبور کر سکتی ہے اگرچہ وہ زکوٰۃ و عشر کے علاوہ ہو۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ زائد از زکوٰۃ مال بغیر عوامی ضرورت کے عائد نہ کیا جائے ' جب ضرورت پیش آجائے تو بقدر ضرورت لے لیا جائے ' اور جب ضرورت پوری ہو جائے تو عائد کردہ مال کی وصولی ختم کر دی جائے۔ امام ابوبکر جصاص رازیؒ (م ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

"مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے"۔ اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ذی رحم رشتہ داروں کا نفقہ مراد ہو' جو حاجتمند ہوں اور کمانے کے قابل نہ ہوں۔ والدین اور دوسرے محارم کے اس نفقے کی مقدار کا تعین قاضی کرے گا۔ اور یہ بھی

ہو سکتا ہے کہ اس سے بھوکے اور اضطراری حالت میں مبتلا شخص کو کھانا کھلانا مراد ہو جو واجب ہے۔ (احکام القرآن' ج' ا ص ۱۶۴)

امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں :

جب مسلمانوں پر قحط سالی اور خشک سالی آجائے اور لوگوں کا کوئی گروہ مرنے کے قریب پہنچ چکا ہو تو اغنیاء پر ان کی بھوک مٹانے کی حد تک خرچ کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ (الملکیتہ فی الشریعتہ ' ڈاکٹر عبد السلام عبادی' ج۳' ص۸۲ ' بحوالہ شفاء العلیل ' ص ۲۴۲)

قاضی ابوبکر ابن عربی (م ۵۴۷ھ) لکھتے ہیں کہ :

جب مسلمانوں کو زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد کوئی حاجت درپیش ہو تو اس حاجت کو پورا کرنے کے لیے مزید مال خرچ کرنا علماء کے متفقہ فیصلے کے مطابق واجب ہے (احکام القرآن' ج ا' ص ۸۸ ' ومثلہ فی القرطبی' ج ۲ ص' ۱۶۴)

امام فخرالدین رازیؒ (م ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں :

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب لوگوں کی حاجت ضرورت کی حد تک پہنچ گئی ہو تو لوگوں پر زکوٰۃ کے علاوہ بھی بقدر حاجت مال دینا واجب ہو جاتا ہے ' اور اگر لوگ دینے سے انکار کریں تو حکومت ان سے یہ مال بقدر ضرورت زبردستی بھی لے سکتی ہے (تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۴۴ - ۴۵' ومثلہ فی روح المعانی' ج ۲' ص ۴۷)

علامہ رملیؒ شافعی فرض کفایہ کی مثالیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

مسلمانوں اور ذمیوں کی تکالیف رفع کرنا فرضِ کفایہ ہے۔ مثلاً ننگے آدمی کو کپڑے دینا' تاکہ وہ ستر عورت کر سکے اور گرمی سردی کے مضر اثرات سے اپنے جسم کو بچا سکے ' اور بھوکے کو کھانا کھلانا ' جب کہ یہ تکلیفیں زکوٰۃ کے مال سے اور بیت المال کے مصالح عامہ کے مال سے رفع نہ ہو سکتی ہوں۔ (نھایہ المحتاج للرملی' کتاب الجھاد' ج ۸ ص ۴۶)

مذکورہ آیات ' احادیث ' سنتِ عمر فاروقؓ اور اقوالِ فقہا سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ معاشرے کے نادار اور بنیادی ضرورت سے محروم لوگوں کی کفالت کے لیے بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال قانوناً لیا جا سکتا ہے۔

(جاری ہے)